AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مسائلِ جدیدہ میں قدیم فتاویٰ جات کا اطلاق
(فتاویٰ رضویہ اور خیر الفتاویٰ کی روشنی میں)

The Application of Traditional Fatwas to Contemporary Issues
(In the Light of Fatawa-e-Razawiyya and Khair-ul-Fatawa)

1. ***Muhammad Bilal (Corresponding Author)***
PhD Scholar Department of Islamic Learning, University of Karachi, Pakistan.
Email: Bilalsw83@gmail.com, Bilalsw83@yahoo.com
2. ***Dr. Muhammad Arif Saqi***
Associate Professor, Department of Islamic Learning, University of Karachi, Pakistan

Abstract

This research article examines the contemporary application (itlaq) of Hanafi jurisprudence to modern socio-economic, legal, and technological challenges, drawing from two landmark South Asian legal decree collections: Fatawa Rizvia by Imam Ahmad Raza Khan (representing the Barelvi school) and Khair-ul-Fatawa by Mufti Khair Muhammad Jalandhari and associated scholars (representing the Deobandi school). Despite originating in the recent past, both fatwa compilations offer robust juristic frameworks capable of addressing modern complex issues through the adaptation of classical Hanafi principles and necessity-driven legal borrowing (khuruj 'an al-madhhab).

The study systematically analyzes the practical application of these rulings across several critical domains:

1. **Trade and Finance:** Paper currency is recognized as custom-based monetary value (thaman istilahi / filus nafidhah), validating zakat obligations and currency exchanges under specific juristic conditions. Financial remittances and money transfers are categorized as fee-based agency (wakalat bil-ujrah), whereas commercial insurance is deemed impermissible due to element of interest (riba) and gambling (qamar).
2. **Family Law and Missing Persons (Mafqud al-Khabar):** To prevent severe social distress (haraj), both decree collections allow judicial dissolution of marriage for wives of missing persons after a four-year waiting period by adopting the Maliki juristic stance, while maintaining strict legal caution (istishab) regarding estate inheritance.
3. **Judicial Procedures and Evidence:** Court oaths taken on the Holy Quran are classified as binding juristic oaths (yameen), while written documentation or signatures (kitabat) alone are held to be non-definitive without oral witness confirmation due to risks of forgery.
4. **Global Food Industry:** Both collections mandate explicit divine invocation (tasmiyah) for mechanical or manual animal slaughter, while upholding the principle of original permissibility (ibahah asliyyah) for processed foods and imported goods unless haram contamination is conclusively proven.
5. **Digital Era and Sectarian Accusations (Takfeer):** The article highlights strict cautions against hasty excommunication on social media, establishing that unverified digital recordings, edited media, or screenshots fail to meet the formal threshold of evidence (nisab al-shahadah).

6. **Banking and Digital Currencies:** As alternatives to interest-based banking, profit-and-loss sharing (mudarabah / musharakah) models are endorsed. For cryptocurrencies and digital assets, juristic validity depends on public customary acceptance (urf), stability of value, and freedom from excessive risk (gharar) and speculation.

Ultimately, the article demonstrates that Fatawa Rizvia and Khair-ul-Fatawa provide a balanced synthesis of juristic caution (ihtiyat) and pragmatic relief (tayseer), serving as viable legal references for modern Islamic jurisprudence and contemporary state judiciaries.

Keywords: Fatawa Rizvia, Khair-ul-Fatawa, Hanafi Jurisprudence, Modern Fiqh, Paper Currency (Thaman Istilahi), Missing Persons (Mafqud al-Khabar), Mechanical Slaughter, Digital Takfeer, Interest-free Banking, Cryptocurrency (Gharar).

فتاویٰ رضویہ اور خیر الفتاویٰ فقہ حنفی کی نمائندہ دو فقہی کتبِ فتاویٰ ہیں جو کہ برصغیر پاک و ہند کے دو مکاتبِ فکر (اہل السنۃ بریلوی اور دیوبندی) کی ترجمانی کرتی ہیں، فتاویٰ رضویہ، اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان صاحب جبکہ خیر الفتاویٰ، مفتی خیر محمد جالندھری صاحب و دیگر مفتیانِ کرام کی تحقیق و تدقیق کے شاہکار فتاویٰ جات کا مجموعہ ہیں۔

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب 10 شوال 1232ھ بمطابق 14 جون 1856ء شہر بریلی کے محلہ جسولی میں بوقت ظہر پیدا ہوئے، 13 برس کی عمر میں علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت پاکر مسندِ تدریس و افتاء پر تادمِ زیست فائز المرام ہوئے، آپ نے 25 صفر المظفر 1340ھ بمطابق 28 اکتوبر 1921ء کو جمعہ المبارک کے دن بوقت اذان جمعہ وفات پائی۔

فتاویٰ کی 30 جلدوں، دو معاون اور ایک اشاریہ 30 جلدوں کے علاوہ، 22000 صفحات، 6847 سوالات اور 206 رسائل تحقیق پر مشتمل فقہی مسائل کا مجموعہ فتاویٰ رضویہ کہلاتا ہے۔

مولانا مفتی خیر محمد صاحب 1313ھ بمطابق 1895ء تحصیل نکودر کے شہر عمروالا ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے، آپ 1923ء تا 1931ء متحدہ ہندوستان میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، 1931ء میں حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب کی اجازت سے اپنے ادارے بنام خیر المدارس کی بنیاد رکھی، 8 اکتوبر 1947ء میں قیام پاکستان کے بعد قدیمی ملتان میں باقاعدہ تعلیم کا آغاز کیا، 20 شعبان 1390ھ مختصر علالت کے بعد آپ نے اس جہان فانی سے کوچ کیا۔

فتاویٰ کی 6 جلدوں، 4019 صفحات اور 3446 سوالات کے جوابات مشتمل فقہی راہنمائی فراہم کرتا مجموعہ خیر الفتاویٰ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

اس آرٹیکل میں موجودہ دور میں پیش آنے والے پیچیدہ مسائل اور عالمی تبدیلیوں کے تناظر میں "فتاویٰ رضویہ" اور "خیر الفتاویٰ" کے احکامات کی روشنی میں ان احکام کا اطلاق واضح کرنے کی کاوش کی جائے گی، یہ دونوں اگرچہ ماضی قریب کے مجموعہ فتاویٰ جات ہیں، لیکن جدید مسائل (جیسے تجارت، خاندانی قوانین اور سماجیات) میں ان کی تطبیق کے اسلوب درج ذیل مثالوں سے واضح کیے جاسکتے ہیں:

1۔ تجارت اور معاشی معاہدے:

تجارت اور معاشی معاہدوں کے شرعی اطلاق کے حوالے سے **فتاویٰ رضویہ** اور **خیر الفتاویٰ** میں فقہ حنفی کے اصولوں کو جدید عصری تناظر میں لاگو کرنے کی بہترین مثالیں ملتی ہیں، اس حوالے سے اہم مسائل اور ان کے مرتب ہونے والے احکامات درج ذیل ہیں:

غیر مسلموں سے تجارت اور معاہدے

مؤقف: اعلیٰ حضرت کے نزدیک کسی بھی غیر مسلم فرد یا ملک میں تجارت کی غرض سے جانا اور معاہدہ کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہاں کے قوانین کی پابندی کی جائے اور اسلام کے وقار کو ٹھیس نہ پہنچے۔

مؤقف: مفتی انور صاحب خیر الفتاویٰ کے نزدیک غیر مسلموں سے تجارت وغیرہ کے معاملات طے کرنا فقط اس صورت میں جائز قرار دیئے جائیں گے جب اس سے عام مسلمانوں کو کوئی ضرر پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو ورنہ ناجائز قرار پائیں گے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

فقہی جزئیات :

اگر کوئی مسلمان غیر مسلموں سے تجارتی معاملہ و معاہدہ کرے تو جائز ہے عمومِ ضرورت اور دفعِ حرج کے پیشِ نظر جائز ہے قطعاً کوئی حرج نہیں۔ [1]

تجارت کے لیے غیر مسلم ممالک میں **ایسے ہتھیار یا گھوڑے** لے جانا ممنوع ہے جو مسلمانوں کے خلاف استعمال ہو سکیں۔ [2]

آخری درجہ معاملات کا ہے یعنی کافروں سے تجارت، اجارات اور صنعت و حرفت کے معاملات کرنا یہ بھی جائز ہیں بجز ایسی حالت کے جس سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اگر ہو تو یہ بھی جائز نہیں ہوں گے۔ [3]

خلاصہ بحث

فتاویٰ رضویہ اور **خیر الفتاویٰ** کے فتاویٰ جات نچوڑ یہ ہے کہ اسلام میں جہاں "ضرورت و حاجت" (عوامی تنگی) ہو اور شرعی اصولوں (جیسے وکالت یا اجرت) کے تحت گنجائش غیر مسلموں سے تجارتی تعلق یا معاہدے کی گنجائش نکلتی ہو، وہاں حلت کا فتویٰ دیا جائے گا اور جہاں ان معاہدات میں کسی بھی طرح مسلمانوں کے نقصان کا اندیشہ ہو تو ناجائز قرار دیا جائے گا۔

2۔ لاپتہ افراد (مفقود الخبر) کے خاندانی مسائل

جنگوں، قدرتی آفات یا غیر قانونی ہجرت کی وجہ سے شوہروں کا لاپتہ ہو جانا ایک بڑا جدید مسئلہ ہے، لاپتہ افراد (مفقود الخبر) کے خاندانی مسائل، بالخصوص ان کی بیوی کے نکاح اور وراثت کے احکامات کے بارے میں **فتاویٰ رضویہ** اور **خیر الفتاویٰ** کا موقف فقہ حنفی کے متاخرین کے وضع کردہ اصولوں اور عوامی ضرورت (حرج) پر مبنی ہے، اس کا تفصیلی شرعی اطلاق درج ذیل ہے:

الف۔ مفقود الخبر کی بیوی کا حکم (نکاحِ ثانی)

فتاویٰ رضویہ کا موقف : اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے نزدیک مفقود الخبر کے بارے میں اصل حنفی مذہب میں انتظار کی مدت بہت طویل ہے (جیسے ہم عمر لوگوں کی موت تک یا 90 سال)، تاہم، آپ نے صراحت فرمائی ہے کہ اگر بیوی کے لیے نفقہ (خرچہ) کا انتظام نہ ہو یا فتنے میں پڑنے کا اندیشہ ہو، تو **مالکی مسلک** پر عمل کرتے ہوئے **چار سال** انتظار کی مدت مقرر کی جا سکتی ہے۔ [4]

خیر الفتاویٰ کا موقف : اس میں بھی "خروج عن المذہب" (ضرورت کے تحت دوسرے مسلک کو اپنانا) کے اصول کے تحت چار سالہ مدت کو تسلیم کیا گیا ہے، خیر الفتاویٰ کے مطابق مفقود کی بیوی کا معاملہ ایسا ہے کہ اگر یہاں مذہبِ مالکیہ اختیار نہ کیا جائے تو عورت کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ [5]

طریقہ کار : عورت خود سے نکاح نہیں توڑ سکتی، بلکہ اسے قاضی یا شرعی عدالت میں رجوع کرنا ہو گا، قاضی تفتیش کے بعد چار سال کی مدت مقرر کرے گا، جس کے بعد عورت عدت گزار کر نکاح کر سکتی ہے۔

ب۔ مفقود الخبر کی وراثت اور مال کا حکم

بنیادی اصول : مفقود الخبر اپنے مال کے حق میں **زندہ** مانا جاتا ہے (یعنی اس کا مال ورثاء میں تقسیم نہیں ہو گا) لیکن دوسروں کے مال کے حق میں وہ **مردہ** تصور کیا جاتا ہے (یعنی وہ کسی کی وراثت سے حصہ نہیں پائے گا)۔

1:۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 236۔

2:۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 526۔

3:۔ خیر الفتاویٰ، جلد 1، صفحہ 287، مکتبہ امدادیہ ملتان، پاکستان۔

4:۔ فتاویٰ رضویہ: جلد 12، صفحہ 510۔

5:۔ خیر الفتاویٰ: جلد 5، صفحہ 197۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

حفاظتِ مال: جب تک اس کی موت کا شرعی ثبوت نہ مل جائے یا اتنی مدت نہ گزر جائے کہ اس کے ہم عمر لوگوں میں سے کوئی زندہ نہ رہے، اس کا حصہ محفوظ رکھا جائے گا۔[6]

ج۔ مشترکہ نکات

قاضی کا فیصلہ: دونوں فتاویٰ اس بات پر متفق ہیں کہ مفقود کی بیوی کا معاملہ انفرادی نہیں بلکہ عدالتی ہے، اور حاکمِ شرع کا فیصلہ ضروری ہے۔[7]

مالکی مسلک سے استفادہ: دونوں میں "ضرورت و حاجت" کے تحت امام مالک کے قول (۴ سالہ مدت) پر فتویٰ دینے کی گنجائش تسلیم کی گئی ہے۔

حیات کا استصحاب: مال کے معاملے میں دونوں "اصل زندگی ہے" کے اصول پر سختی سے قائم ہیں تاکہ کسی کی ملکیت ناحق تقسیم نہ ہو۔

د۔ فقہی جزئیات

خبر کی معتبریت: اگر کسی معتبر شخص (واحد مخبر) نے مفقود کی موت یا طلاق کی خبر دی، تو بیوی اس پر اعتماد کر کے تحقیق کے بعد عدت گزار سکتی ہے، لیکن اگر خبر دینے والا ناقابلِ اعتبار ہو تو محض خبر سے نکاح ختم نہیں ہو گا۔

قرض کی ادائیگی: مفقود کے مال سے اس کے واجب الادا قرضے اور بیوی کا نفقہ ادا کیا جائے گا، کیونکہ وہ اپنے مال کے حق میں زندہ مانا گیا ہے۔

خلاصہ کلام و نتیجہ

مفقود الخبر کے معاملے میں دونوں فتاویٰ کا نچوڑ یہ ہے کہ مال کی تقسیم میں **احتیاط** (لمبا انتظار) اور بیوی کے نکاح کے معاملے میں **سہولت** (چار سالہ مدت) کو اختیار کیا جائے گا، موجودہ دور میں جہاں شوہر برسوں لاپتہ رہے، وہاں شرعی عدالت کے ذریعے مالکی مسلک کی سہولت پر عمل درآمد کر کے خاتون کو نکاحِ ثانی کا حق دیا جاتا ہے۔

3۔ قانونی کارروائی اور قرآن پر حلف

جدید عدالتوں میں گواہی کے وقت قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم کھلائی جاتی ہے، قانونی کارروائی، شہادتوں کے نصاب اور قرآن کریم پر حلف (قسم) اٹھانے کے حوالے سے فتاویٰ رضویہ اور خیر الفتاویٰ دونوں میں فقہ حنفی کے متاخرین کے وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں تفصیلی ہدایات ملتی ہیں، موجودہ دور میں ان کا شرعی اطلاق درج ذیل ہے:

الف۔ قرآن کریم پر حلف (قسم) کی شرعی حیثیت

مؤقف: دونوں فتاویٰ اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانا یا قرآن کی قسم اٹھانا ایک "منعقدہ شرعی یمین (Binding Oath)" ہے، اگر کوئی شخص ایسی قسم توڑ دے تو اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔

فقہی بنیاد: اعلیٰ حضرت کے نزدیک قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی صفت (کلام) ہے، اور صفتِ باری تعالیٰ کی قسم اٹھانا معتبر ہے، نیز، موجودہ دور میں چونکہ "عرف" (رواج) یہی ہے کہ لوگ اسے سب سے بڑی قسم مانتے ہیں، لہٰذا یہ یمین قرار پائے گی۔

تغلیظِ یمین: عدالتوں میں قرآن پر ہاتھ رکھوانا قسم میں "تغلیظ" (سختی اور تاکید) پیدا کرنے کے لیے ہے تاکہ جھوٹی قسم کھانے والا اللہ کے غضب سے ڈرے۔[8]

6:۔ فتاویٰ رضویہ: جلد 25، صفحہ 380 و 493 و جلد 26 صفحہ 279۔

7:۔ خیر الفتاویٰ: جلد 5، صفحہ 76۔

8:۔ فتاویٰ رضویہ: جلد 13، صفحہ 498 و 575۔ خیر الفتاویٰ، جلد 06 صفحہ 228

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ب۔ قانونی کارروائی اور دستاویزی ثبوت

تحریر اور مہر کی حیثیت : فتاویٰ رضویہ کے مطابق محض تحریر یا دستخط کو قطعی ثبوت نہیں مانا جاسکتا کیونکہ ایک کی تحریر دوسرے سے مشابہ ہو سکتی ہے یا جعلی بنائی جاسکتی ہے، شرعی طور پر "کتابت" (تحریر) بذاتِ خود حجت نہیں جب تک کہ گواہوں سے اس کی تصدیق نہ ہو جائے۔[9]

عدالتی فیصلے اور رشوت : اعلیٰ حضرت نے صراحت فرمائی ہے کہ اگر قاضی یا جج کا فیصلہ رشوت پر مبنی ہو، تو ایسا فیصلہ شرعاً باطل ہے اور نافذ نہیں ہو گا۔

مدعی اور مدعیٰ علیہ کا اصول : قانونی نزاع میں اصل قاعدہ حدیث پاک " **أَنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِي، وَالْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ**" (دلیل مدعی کے ذمہ ہے اور قسم اس پر جو انکار کرے) ہے۔[10]

اگر مدعی ثبوت نہ دے سکے تو مدعیٰ علیہ سے حلف لیا جائے گا۔[11]

حاکمِ شرع کا فیصلہ : اگر کسی مسئلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو، تو حاکمِ شرع یا قاضی کا فیصلہ اس اختلاف کو ختم کر دیتا ہے اور وہ شرعاً نافذ العمل ہوتا ہے۔[12]

د۔ مشترکہ نکات اور فقہی جزئیات

گواہی کا نصاب : کسی بھی دعویٰ یا قانونی حق ثابت کرنے کے لیے کم از کم دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی لازم ہے۔

مؤکل اور وکیل : قانونی چارہ جوئی کے لیے کسی کو وکیل بنانا "وکالت" کے باب سے جائز ہے، اور وکیل کا اقرار اپنے مؤکل پر بعض شرائط کے ساتھ نافذ ہوتا ہے۔

حلف سے انکار : اگر مدعیٰ علیہ عدالت میں قسم (حلف) کھانے سے انکار کر دے، تو قاضی اس کے خلاف فیصلہ صادر کر سکتا ہے۔

خلاصہ کلام و نتیجہ

فتاویٰ رضویہ اور خیر الفتاویٰ کا نچوڑ یہ ہے کہ موجودہ دور کی قانونی کارروائیوں میں قرآن پر حلف اٹھانا ایک بھاری ذمہ داری ہے جس کی خلاف ورزی دنیا میں سزا اور آخرت میں کفارہ و عذاب کا باعث ہے، عدالتی معاملات میں دستاویزی ثبوتوں کے ساتھ گواہوں کی موجودگی لازمی ہے تاکہ حق تلفی نہ ہو اور معاشرے میں سچائی اور حق کا بول بالا ہو۔

4۔ عالمی خوراک کی صنعت

عالمی خوراک کی صنعت کے شرعی اطلاق، بالخصوص جدید پروسیسڈ فوڈ، اجزاء اور مشینی ذبیحہ کے حوالے سے فتاویٰ رضویہ اور خیر الفتاویٰ کے موقف کا علمی و فقہی خلاصہ درج ذیل ہے:

الف۔ مشینی ذبیحہ اور عالمی گوشت کی صنعت

عالمی سطح پر گوشت کی فراہمی کے لیے مشینی ذبیحہ ایک بڑا مسئلہ ہے۔

فتاویٰ رضویہ کا موقف : اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے نزدیک ذبیحہ کے حلال ہونے کے لیے ذبح کے وقت تسمیہ (اللہ کا نام لینا) شرط ہے، اگر ایک سے زیادہ افراد مل کر ذبح کریں تو ہر ایک پر تسمیہ واجب ہے، جدید مشینی ذبیحہ میں اگر ایک بٹن دبانے سے کئی جانور ذبح ہوتے ہوں تو ہر جانور کے لیے الگ تسمیہ یا مشین چلانے والے کا مسلسل اللہ کا نام لینا ضروری ہے، اگر تسمیہ جان بوجھ کر چھوڑ دیا جائے تو وہ جانور "مردار" کے حکم میں ہو گا۔[13]

9:۔ فتاویٰ رضویہ :جلد18، صفحات485۔

10:۔ سنن الترمذي، محمد بن عيسى الترمذي، أبو عيسى متوفى:279ھ، جزء3، صفحہ 318، حدیث:1342، تحقیق وتعلیق: أحمد محمد شاكر ومحمد فؤاد عبد الباقي وإبراهيم عطوة عوض، ط:شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي–مصر، الطبعة الثانية، 1395 ھ - 1975م

11:۔ فتاویٰ رضویہ :جلد20، صفحہ 126۔

12:۔ خیر الفتاویٰ :جلد6، صفحہ 85 ۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

خیر الفتاویٰ کا موقف : اس میں بھی ذبیحہ کے لیے تسمیہ اور ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ہونا شرط مانا گیا ہے، جدید مشینی ذبیحہ پر ان علماء کا عمومی فتویٰ احتیاط پر مبنی ہے کہ اگر شرائطِ شرعیہ (رگوں کا کٹنا اور تسمیہ) پوری نہ ہوں تو وہ گوشت حلال نہیں ہو گا۔

ب۔ جدید غذائی اجزاء کی تحقیق

جدید خوراک میں استعمال ہونے والے اجزاء جیسے جیلیٹن، اینزائمز اور رنگوں کے بارے میں فتاویٰ رضویہ میں ایک مستقل منہج ملتا ہے:

بنیادی اصول : اعلیٰ حضرت نے قاعدہ بیان فرمایا کہ "اشیاء میں اصل اباحت (جواز) ہے "جب تک کہ اس کی حرمت یا نجاست کا یقینی ثبوت نہ مل جائے۔

شوگر انڈسٹری (چینی کی صفائی) : اعلیٰ حضرت نے اس دور میں روسی چینی (Russian Sugar) کے بارے میں ایک رسالہ "الاحلیٰ من السکر "تحریر فرمایا، اس میں یہ تحقیق کی گئی تھی کہ کیا چینی کو ہڈیوں کے کوئلے (Bone Char) سے صاف کرنا اسے حرام کر دیتا ہے؟ آپ نے ثابت کیا کہ اگر ہڈیاں پاک جانور کی ہوں یا کیمیائی تبدیلی (انقلابِ ماہیت) ہو جائے تو چینی حلال رہتی ہے۔[14]

درآمد شدہ اشیاء (بسکٹ، مکھن، صابن) : آپ نے یورپ سے آنے والے بسکوٹ، مکھن اور مٹھائیوں کے بارے میں فرمایا کہ محض شک کی بنیاد پر انہیں حرام نہیں کہا جا سکتا، جب تک کہ ان میں خنزیر کی چربی یا شراب کی آمیزش کا قطعی علم نہ ہو۔[15]

ج۔ غیر مسلموں کی تیار کردہ خوراک کا حکم

مشترکہ نکات : دونوں فتاویٰ اس بات پر متفق ہیں کہ غیر مسلموں (مثلاً پارسی، ہندو یا اہل کتاب) کے ہاتھ کا تیار کردہ کھانا (بغیر گوشت کے) بذاتِ خود حرام نہیں ہے، بشرطیکہ برتن اور اجزاء پاک ہوں۔

فقہی جزئیہ : فتاویٰ رضویہ میں مذکور ہے کہ اگر کسی مجوسی (آتش پرست) نے اللہ کا نام لے کر جانور ذبح کرنے کے لیے کسی مسلمان کو ملازم رکھا ہے، تو اس مسلمان کا ذبح کیا ہوا گوشت حلال ہو گا۔

احتیاط : تاہم، مشرکین کے مذہبی تہواروں پر ملنے والے کھانوں سے بچنا "خروج عن الخلاف" (اختلاف سے بچنے) کے لیے بہتر قرار دیا گیا ہے۔

د۔ جدید حلال مصنوعات (Halal Products) کا تصور

اعلیٰ حضرت نے 100 سال قبل ان مسائل پر کلام فرمایا جو آج کے "حلال فوڈ سائنس" کا حصہ ہیں، جیسے اسپرٹ کی آمیزش، کیمیکلز کا استعمال اور اجزاء کی تطہیر۔ آپ نے "المنیٰ المليحۃ "نامی رسالے میں جانوروں کے اعضاء کی نجاست اور حلت پر عمیق بحث فرمائی جو جدید فوڈ پروسیسنگ میں "بائی پروڈکٹس" کے استعمال کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔

خلاصہ کلام و نتیجہ

عالمی خوراک کی صنعت میں شرعی اطلاق کے لیے فتاویٰ رضویہ ایک مکمل "کلامی و فقہی ماڈل" پیش کرتا ہے جو اباحتِ اصلیہ اور فنی تحقیق پر مبنی ہے، دونوں مکاتبِ فکر گوشت کے معاملے میں تسمیہ اور اسلامی ذبح پر سختی کرتے ہیں، جبکہ دیگر غذائی مصنوعات میں جب تک صریح حرام کی آمیزش ثابت نہ ہو، اسے مباح (جائز) قرار دیتے ہیں۔

5۔ ڈیجیٹل دور اور تکفیر علماء کا فتنہ:

13:۔ فتاویٰ رضویہ :جلد20، صفحہ 216،219، 222۔

14:۔ فتاویٰ رضویہ :جلد4، صفحہ 476۔

15:۔ فتاویٰ رضویہ :جلد4، صفحہ 553 ۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

سوشل میڈیا پر مذہبی اختلافات کی بنیاد پر ایک دوسرے کو کافر کہنے کا رجحان بڑھ گیا ہے، ڈیجیٹل دور میں تکفیر علماء کا فتنہ اور اس کا شرعی اطلاق فتاویٰ رضویہ اور خیر الفتاویٰ کے اصولوں کی روشنی میں ایک نہایت حساس موضوع ہے، دونوں فتاویٰ کے منہج کو دور حاضر کے تناظر (سوشل میڈیا، وائرل کلپس اور جعلی تحریروں) میں درج ذیل خطوط پر ترتیب دیا گیا ہے:

الف۔ مسئلہ: تکفیر میں احتیاط اور حرمتِ مسلم

مؤقف (فتاویٰ رضویہ): اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے نزدیک کسی مسلمان کو بلا وجہ کافر کہنا خود کفر کی طرف لے جاتا ہے۔ آپ نے *ردالمحتار* اور دیگر مآخذ کے حوالے سے نقل فرمایا: "جس نے کسی مسلمان کو کافر سمجھا، وہ خود کافر ہو گیا"۔ تاہم، اگر کوئی شخص ضروریاتِ دین کا انکار کرے یا شانِ رسالت ﷺ میں صریح گستاخی کرے، تو اس کی تکفیر شرعی تقاضا ہے۔[16]

مؤقف (خیر الفتاویٰ): اس میں "اہلِ قبلہ" کی تکفیر سے بچنے پر زور دیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک جب تک کسی قول میں اسلام کا کوئی ایک کمزور احتمال بھی موجود ہو، تاویل کر کے اسے کفر سے بچانا چاہیے۔[17]

ب۔ ڈیجیٹل دور اور دستاویزی ثبوت (سکرین شاٹس اور ویڈیوز)

فقہی جزئیہ (فتاویٰ رضویہ): موجودہ ڈیجیٹل دور میں جعلی تحریروں (Fake News/Screenshots) کی بھرمار ہے۔ اعلیٰ حضرت نے واضح اصول بیان فرمایا ہے کہ "محض تحریر یا طبع شدہ مواد (کتابت) شرعی طور پر حجت نہیں، آپ کے نزدیک ایک کی تحریر دوسرے کے مشابہ ہو سکتی ہے، لہٰذا جب تک گواہ یا اقرار موجود نہ ہو، کسی کی تحریر کی بنیاد پر اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

اطلاق: وائرل ہونے والی ویڈیوز یا سکرین شاٹس، جن میں قطع و برید (Editing) کا احتمال ہو، ان پر تکفیر کی بنیاد رکھنا شرعاً ناجائز ہے جب تک کہ شرعی نصابِ شہادت پورا نہ ہو۔[18]

ج۔ مشترکہ نکات

تکفیر کا حق: دونوں فتاویٰ اس بات پر متفق ہیں کہ تکفیر کا مسئلہ انفرادی نہیں بلکہ اہلِ علم اور قاضی کا منصب ہے، عام عوام کا سوشل میڈیا پر ایک دوسرے کو کافر کہنا عظیم فتنہ ہے۔

حرمتِ مسلم کا تحفظ: دونوں کے نزدیک مسلمان کی عزت، مال اور خون حرام ہے، اور بلا تحقیق کسی عالمِ دین کی توہین کرنا یا اسے دائرہ اسلام سے خارج کرنا ناجائز ہے۔

د۔ فتنہ تکفیر اور "سدِ ذریعہ"

فقہی باریکی: اعلیٰ حضرت کے نزدیک جو شخص کسی قطعی کافر کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے، لیکن یہ حکم صرف قطعی اور اجماعی کفر کے لیے ہے، ڈیجیٹل دور میں سنی سنائی باتوں پر شک کی بنیاد پر تکفیر کرنا گمراہی ہے۔[19]

خیر الفتاویٰ کا نکتہ: وہ تکفیر کے معاملے میں "خروج عن المذہب" اور "تلفیق" کے بجائے احتیاطی پہلو کو ترجیح دیتے ہیں تاکہ امت میں تفرقہ نہ پھیلے۔[20]

16:۔ فتاویٰ رضویہ: جلد 15، صفحہ 233۔

17:۔ خیر الفتاویٰ: جلد 15، صفحہ 200۔

18:۔ فتاویٰ رضویہ: جلد 18، صفحہ 485۔

19:۔ فتاویٰ رضویہ: جلد 15، صفحہ 233۔

20:۔ خیر الفتاویٰ: جلد 5، صفحہ 197 (تاویل اور تکفیر میں احتیاط)۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

خلاصہ کلام و نتیجہ: ڈیجیٹل دور میں فتنۂ تکفیر سے بچنے کا حل یہ ہے کہ کسی بھی عالم کی منسوب تحریر یا ویڈیو پر محض شک کی بنیاد پر حکم نہ لگایا جائے، شرعی اصول کے مطابق "تحریر مشابہ ہو سکتی ہے"، لہٰذا یہ قطعی ثبوت نہیں، ڈیجیٹل مواد پر بلا تحقیق تکفیر کرنا شرعی طور پر "مجازفت" (بے جا جسارت) ہے جس سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

6۔ بینکنگ اور سودی نظام کے خلاف ان فتاویٰ کا عملی حل

"خیر الفتاویٰ" اور "فتاویٰ رضویہ" (حنفی فقہ کے مآخذ) کی روشنی میں بینکنگ اور سودی نظام کے خلاف جو عملی اور شرعی حل پیش کیے گئے ہیں، وہ بنیادی طور پر "سود" کے متبادل کے طور پر "شراکت داری" اور "مضاربت" کے اصولوں پر مبنی ہیں، یہ عملی حل درج ذیل ہیں:

الف۔ سودی نظام کا متبادل: نفع و نقصان کی شراکت

مروجہ بینکنگ میں سرمایہ پر ایک متعین رقم دی جاتی ہے، جسے یہ فتاویٰ قطعی حرام قرار دیتے ہیں، اس کا عملی حل درج ذیل ضوابط میں بیان کیا گیا ہے:

نفع کا تعین: نفع ہمیشہ مجموعی حاصل شدہ نفع کے فیصد تناسب (شائع) سے طے ہونا چاہیے، نہ کہ اصل رقم پر کوئی متعین رقم لگائی جائے۔[21]

نقصان کی ذمہ داری: سودی نظام میں سرمایہ کار کا نقصان نہیں ہوتا، جبکہ شرعی حل یہ ہے کہ نقصان ہمیشہ سرمایہ کی مقدار کے مطابق تمام شرکاء برداشت کریں۔[22]

مضاربت: اگر ایک فریق کا سرمایہ ہو اور دوسرے کی محنت، تو اسے "مضاربت" کہتے ہیں، یہ بینک کے کرنٹ اور سیونگ اکاؤنٹ کا شرعی متبادل بن سکتا ہے۔

شرط: نفع کی تقسیم پہلے سے طے شدہ فیصد کے مطابق ہونی چاہیے۔

خلاف شرع صورت: اگر یہ شرط لگائی جائے کہ "نقصان صرف کام کرنے والا اٹھائے گا" یا "سرمایہ محفوظ رہے گا"، تو یہ سود کے مشابہ ہو کر ناجائز ہو جائے گی۔

ب۔ بین الاقوامی تجارت اور غیر مسلم نظام سے لین دین

موجودہ دور میں عالمی معیشت سے کٹ کر رہنا ممکن نہیں، اس لیے ان فتاویٰ میں درج ذیل گنجائشیں دی گئی ہیں جن کی بنیاد پر مسلمان غیر مسلموں سے اپنے معاملات کو ترتیب دے سکتے ہیں:

تجارت کی اباحت: غیر مسلم ممالک (دار الحرب) سے ایسی اشیاء کی تجارت جائز ہے جو بذاتِ خود حلال ہوں، بشرطیکہ اس میں مسلمانوں کی تذلیل یا دشمن کی فوجی مدد نہ ہو رہی ہو۔[23]

مجبوری کی صورتیں: جہاں سودی نظام کے بغیر کوئی راستہ نہ ہو، وہاں "عمومِ بلویٰ" (عام مصیبت) اور "حاجتِ شدیدہ" کے تحت انتہائی ناگزیر صورتوں میں گنجائش تلاش کی جاتی ہے۔[24]

ج۔ غرر (غیر یقینی صورتحال) اور سٹہ بازی سے بچاؤ

جدید بینکنگ کی بہت سی مصنوعات (جیسے انشورنس یا ڈیجیٹل کرنسی کے بعض سودے) "غرر" پر مبنی ہوتی ہیں۔

حل: ہر اس معاملے کو ناجائز قرار دیا گیا ہے جس میں نفع یا مبیع (بیچی جانے والی چیز) غیر واضح ہو (جہالت)۔ بینک کے ساتھ معاملات میں صرف وہی صورتیں اختیار کی جائیں جہاں چیز کا وجود اور قبضہ شرعی ضوابط کے مطابق ہو۔[25]

د۔ ملازمت اور معاونت کے بارے میں احتیاط

21:۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 17، صفحہ 373-372۔ (خیر الفتاویٰ، جلد 5، صفحہ 197)۔

22:۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 71، صفحہ 372۔

23:۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 213؛ فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 526۔

24:۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 585۔

25:۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 17، صفحہ 143 و جلد 25، صفحہ 230۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اگرچہ ان فتاویٰ میں سودی نظام کے بینکوں میں ملازمت کو "گناہ پر تعاون" (اعانت علی المعصیت) کی بنا پر ناپسندیدہ یا ناجائز قرار دیا گیا ہے، تاہم، مسلمانوں کو معاشی طور پر مضبوط کرنے کے لیے اسلامی بنکاری کے ان ماڈلز کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے جو علمائے کرام کی نگرانی میں "مرابحہ"، "اجارہ" اور "مشارکہ" کے اصولوں پر کام کرتے ہوں۔[26]

خلاصہ: ان فتاویٰ کا عملی پیغام یہ ہے کہ بینکنگ کو "قرض" کے بجائے "تجارت و شراکت" کے قالب میں ڈھالا جائے،

سود سے بچاؤ

بینکنگ اور سودی نظام کے خلاف **فتاویٰ رضویہ** اور **خیر الفتاویٰ** کا مؤقف انتہائی ٹھوس اور اصولی ہے، جس میں سودی معاملات سے بچنے کے لیے فقہ حنفی کی روشنی میں کئی عملی اور شرعی حل پیش کیے گئے ہیں، موجودہ دور میں ان فتاویٰ کا شرعی اطلاق درج ذیل خطوط پر کیا جا سکتا ہے:

الف۔ فقہی جزئیات:

اگر نوٹ ضائع ہو جائے تو قرض ختم نہیں ہوتا کیونکہ وہ اصل زر کی نمائندگی کرتا ہے۔

نوٹوں کی مالیت نصاب تک پہنچنے پر **زکوٰۃ فرض** ہے۔

نوٹوں کا تبادلہ (مثلاً بڑا نوٹ دے کر چھوٹے لینا) بیع صرف نہیں بلکہ محض تبادلہ ہے، اس لیے کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔[27]

ب۔ حصص (Shares)، انشورنس اور پراویڈنٹ فنڈ

مؤقف: اعلیٰ حضرت نے اپنے دور کے مطابق **کمپنی کے حصص** اور **سرکاری اسٹامپ** کی خرید و فروخت پر کلام فرمایا ہے۔

جدید اطلاق: انشورنس: فتاویٰ رضویہ میں اس موضوع پر مستقل رسالہ موجود ہے جہاں اسے سودی اور قمار (جوا) کے شبہ کی بنا پر ناجائز کہا گیا ہے۔

ج۔ کرنسی نوٹ اور تبادلہ زر (Currency Exchange)

جدید بینکاری میں کرنسی نوٹوں کی حیثیت کو سمجھنا سودی نظام سے بچنے کی بنیاد ہے۔

شرعی حل: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان نے ثابت کیا کہ نوٹ **"ثمنِ اصطلاحی"** (اصطلاحی قیمت) ہے اور اسے فقہی طور پر **"فلوس"** (تانبے کے سکوں) کے حکم میں رکھا گیا ہے۔

کرنسی نوٹوں کی شرعی حیثیت (کاغذی نوٹ)

مؤقف: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان نے 1906ء میں اپنے رسالے **"کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدرہم"** میں نوٹ کو **"ثمنِ اصطلاحی"** (ایسی قیمت جو لوگوں کے درمیان رائج ہو) قرار دیا، ان کے نزدیک نوٹ محض کاغذ کی رسید نہیں بلکہ اسے فقہی طور پر **"فلوس نافذہ"** (تانبے کے رائج سکے) کے حکم میں رکھا گیا ہے۔

خیر الفتاویٰ: اس مکتبِ فکر میں بھی نوٹ کو متبادل زر تسلیم کیا گیا ہے، اگرچہ ابتدائی طور پر اسے "سند" (رسید) ماننے کی بحث بھی رہی، لیکن اب اسے ثمنِ عرفی تسلیم کیا جاتا ہے۔

اطلاق: سودی نظام سے بچنے کے لیے نوٹوں کا نوٹوں سے تبادلہ (Currency Exchange) برابر سرابر ہونا چاہیے۔ اگر ایک ہی جنس کی کرنسی ہو تو کمی بیشی سود ہو گی، لیکن اگر الگ الگ ممالک کی کرنسی ہو تو کمی بیشی کے ساتھ بیع جائز ہے بشرطیکہ وہ مجلس میں نقد ہو۔[28]

26:۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 17، صفحہ 236۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 19، صفحہ 565۔

27:۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 17، صفحہ 449 و 611، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لاہوری دروازہ، لاہور، ذیقعدہ 1420ھ / فروری 2000ء۔

28:۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 17، صفحہ 502-503 و صفحہ 425۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ج۔ منی آرڈر اور بینک ڈرافٹ (Remittance)

بینک کے ذریعے رقم کی منتقلی پر جو فیس لی جاتی ہے، اسے عام طور پر سود سمجھا جاتا ہے، لیکن ان فتاویٰ نے اس کا حل پیش کیا ہے۔

شرعی حل : رقم کی منتقلی کو **"وکالت بالاُجرت "** (اجرت پر وکیل بنانا) قرار دیا گیا ہے۔ بینک یا ڈاک خانہ رقم پہنچانے کی جو فیس لیتا ہے، وہ درحقیقت اس خدمت (Service) کی اجرت ہے، قرض پر سود نہیں۔

اطلاق : منی آرڈر اور بینک ڈرافٹ کی فیس کو "اجرتِ خدمت" قرار دے کر اسے جائز معاملہ بنایا جاسکتا ہے۔[29]

د۔ بینک کی ملازمت اور ریکارڈ کی حفاظت

سودی نظام میں کام کرنا ایک بڑا مسئلہ ہے۔

شرعی حل : فتاویٰ رضویہ کے مطابق سودی معاہدوں کا لکھنا اور ان پر گواہی دینا شرعاً **حرام** ہے کیونکہ یہ گناہ کے کام پر تعاون ہے۔

اطلاق : بینکوں کے ان شعبوں میں کام کرنا جہاں براہِ راست سود کا حساب کتاب یا معاہدہ لکھنا ہوتا ہے (جیسے رجسٹری یا سودی چیک کی تیاری)، ناجائز ہے، تاہم، اگر ملازمت ایسی ہو جس کا سود سے براہِ راست تعلق نہ ہو، تو اس میں گنجائش نکل سکتی ہے۔[30]

ہ۔ پراویڈنٹ فنڈ اور انشورنس

پراویڈنٹ فنڈ : اگر سرکاری یا نجی کمپنی ملازمت کے دوران جبری طور پر (Compulsory) فنڈ کی کٹوتی کرتی ہے، تو ریٹائرمنٹ پر ملنے والی زائد رقم سود نہیں کہلائے گی کیونکہ وہ رقم ملازم کی ملکیت میں آنے سے پہلے ہی کٹ گئی تھی۔

انشورنس : انشورنس کو ان فتاویٰ میں سود اور قمار (جوا) کا مجموعہ قرار دے کر ناجائز کہا گیا ہے۔[31]

فتاویٰ رضویہ کے مطابق اگر فنڈ کی رقم جبری طور پر کٹتی ہے، تو اس پر ملنے والا زائد حصہ "ربا" (سود) نہیں کہلائے گا۔[32]

خیر الفتاویٰ : علمائے دیوبند نے بھی انشورنس کو سود اور جوئے کا مجموعہ قرار دے کر ناجائز کہا ہے، تاہم سرکاری ملازمین کے لیے پراویڈنٹ فنڈ کی جبری کٹوتی میں سہولت دی ہے۔[33]

و۔ بینک کے سودی منافع کا مصرف (Disposal of Interest)

اگر کسی مجبوری کے تحت بینک میں رقم رکھی جائے اور اس پر سود (Interest) ملے تو اس کا کیا کیا جائے؟

شرعی حل : ان فتاویٰ کے مطابق ایسی رقم کو اپنے استعمال میں لانا قطعاً حرام ہے۔ اسے بعینہ (بغیر ثواب کی نیت کے) کسی مستحق زکوٰۃ فقیر کو دینا واجب ہے تاکہ وہ "خبیث مال" سے خلاصی پاسکے، اسے مسجد کی تعمیر یا امام کی تنخواہ میں خرچ نہیں کیا جاسکتا۔[34]

29:۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 19، صفحہ 564۔

30:۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 19، صفحہ 500۔

31:۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 19، صفحہ 535؛ جلد 17، صفحہ 365۔

32:۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 19، صفحہ 536۔

33:۔ خیر الفتاویٰ) : متعلقہ ابوابِ معیشت وسود)۔

34:۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 595؛ جلد 20، صفحہ 533۔، خیر الفتاویٰ، جلد 5، صفحہ 197 (مجبوری میں غیر حنفی اقوال اور جدید مسائل)۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

خلاصہ کلام

فتاویٰ رضویہ اور **خیر الفتاویٰ** کا نچوڑ یہ ہے کہ سودی نظام کے متبادل کے طور پر **"مضاربت "**(شراکت داری) اور **"اجرت "** کے اصولوں کو رواج دیا جائے، جہاں بینک خدمت فراہم کرے وہاں اسے "اجرت" ماننا اور جہاں مال فراہم کرے وہاں اسے "شراکت" بنانا ہی سودی نظام سے بچنے کا واحد راستہ ہے۔

7۔ جدید دور میں ڈیجیٹل کرنسی پر ان فتاویٰ کا کیا اطلاق ہوتا ہے؟

جدید ڈیجیٹل کرنسی (مثلاً کرپٹو کرنسی یا ڈیجیٹل اثاثے) پر **فتاویٰ رضویہ** اور **خیر الفتاویٰ** کا اطلاق ان کے "کرنسی نوٹوں" اور "ثمنِ اصطلاحی" سے متعلق بیان کردہ اصولوں کی روشنی میں کیا جاتا ہے، اگرچہ اعلیٰ حضرت کے دور میں ڈیجیٹل کرنسی موجود نہیں تھی، لیکن انہوں نے کاغذی نوٹوں کی جو فقہی تکییف (Characterization) فرمائی، وہی اصول آج کے جدید مالیاتی نظام کی بنیاد ہیں، ڈیجیٹل کرنسی پر ان فتاویٰ کے اطلاق کی تفصیل درج ذیل ہے:

الف۔ ثمنِ اصطلاحی اور ڈیجیٹل مالیت کا تصور

فتاویٰ رضویہ کا اصول : اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان نے 1906ء میں کرنسی نوٹوں کو **"ثمنِ اصطلاحی "**(ایسی قیمت جو لوگوں کے عرف اور حکومت کی ضمانت سے طے ہو) قرار دیا، آپ کا مؤقف تھا کہ کسی چیز کے زر (Currency) ہونے کے لیے اس کا سونا یا چاندی ہونا ضروری نہیں، بلکہ اگر لوگ اسے قیمت کے طور پر قبول کر لیں تو وہ شرعاً "ثمن" بن جاتی ہے۔[35]

ڈیجیٹل اطلاق : اس اصول کے تحت اگر کسی ڈیجیٹل کرنسی کو عوامی عرف حاصل ہو اور اس کی ایک مستحکم مالیت (Malit) تسلیم کر لی جائے، تو اسے فقہی طور پر "ثمن" مانا جا سکتا ہے۔

ب۔ غرر (غیر یقینی صورتحال) اور سٹہ بازی کا مسئلہ

فقہی رکاوٹ : فتاویٰ رضویہ میں صراحت ہے کہ ہر وہ معاملہ جس میں **"غرر "**(/Uncertainty کھٹکا) یا **"جہالت "** ہو، وہ فاسد ہے۔

ڈیجیٹل اطلاق : بہت سی جدید ڈیجیٹل کرنسیاں (جیسے بٹ کوائن وغیرہ) اپنی قیمت میں شدید اتار چڑھاؤ اور قانونی ضمانت نہ ہونے کی وجہ سے "غرر" کے زمرے میں آ سکتی ہیں، اگر کرنسی کی پشت پر کوئی ٹھوس اثاثہ یا حکومت کی ضمانت نہ ہو، تو اسے محض "سٹہ بازی (Gambling) " کی مشابہت کی بنا پر ان فتاویٰ کی روشنی میں ناجائز قرار دیا جائے گا۔[36]

ج۔ قبضہ (تقابض) اور تبادلہ زر

اصول : فتاویٰ رضویہ کے مطابق نوٹوں کا نوٹوں سے تبادلہ کرتے وقت اگر جنس ایک ہو تو کمی بیشی سود ہے۔

ڈیجیٹل اطلاق : ڈیجیٹل کرنسی کے لین دین میں "قبضہ (Possession) " سے مراد اس کا ڈیجیٹل والٹ میں منتقل ہونا ہے، اگر ایک ڈیجیٹل کرنسی دے کر دوسری لی جائے، تو مجلس میں "تقابض" (منتقلی) ضروری ہے تاکہ یہ سود کے زمرے میں نہ آئے۔[37]

د۔ زکوٰۃ کا وجوب

حکم : جس طرح کرنسی نوٹوں کی مالیت نصاب تک پہنچنے پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، اسی طرح ڈیجیٹل کرنسی اگر مالیت (Mal) تسلیم کر لی جائے، تو اس کی مجموعی قیمت پر سال گزرنے کے بعد **زکوٰۃ واجب** ہو گی۔

35:۔ فتاویٰ رضویہ: جلد 17، صفحات 505 تا 560 (کرنسی اور ثمن کی بحث)۔ خیر الفتاویٰ): جدید معاشی معاملات اور نوٹ کی شرعی حیثیت کے ابواب)۔

36:۔ فتاویٰ رضویہ: جلد 17، صفحہ 400-399۔

37:۔ فتاویٰ رضویہ: جلد 17، صفحہ 362۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

خلاصہ کلام و نتیجہ

ان فتاویٰ کا عملی پیغام یہ ہے کہ ڈیجیٹل کرنسی اگر **"وکالت "یا"اجرت "** کے درست شرعی ڈھانچے میں ہو اور اس میں جوا یا دھوکا نہ ہو، تو اسے قبول کیا جا سکتا ہے، ورنہ "حرمتِ ربا" اور "غرر" کی وجہ سے اس سے بچنا لازم ہے، ڈیجیٹل کرنسی کا شرعی اطلاق اس کی **حقیقتِ عرفیہ** اور **تحفظِ مال** پر منحصر ہے۔ اگر وہ محض خیالی عدد ہے جس کی کوئی قانونی ضمانت نہیں، تو فتاویٰ رضویہ کے اصولِ تجارت (غرر سے بچاؤ) کے تحت وہ ممنوع ہو گی۔

8۔ موجودہ دور کے عدالتی نظام میں فقہی اصولوں کا اطلاق

موجودہ دور کے عدالتی نظام میں فتاویٰ رضویہ اور خیر الفتاویٰ میں بیان کردہ فقہی اصولوں کو نہ صرف اپنایا جا سکتا ہے بلکہ یہ اصول انصاف کی فراہمی، شہادتوں کی چھان پھٹک اور عدالتی فیصلوں کی شفافیت کے لیے بہترین رہنمائی فراہم کرتے ہیں، ان اصولوں کا عدالتی نظام پر اطلاق درج ذیل ہے:

الف۔ دستاویزی ثبوت اور تحریر کی حیثیت (Documentary Evidence)

جدید قانون میں دستاویزی ثبوت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، لیکن فقہ حنفی کے اصول اس میں مزید باریکی پیدا کرتے ہیں:

اصول : محض تحریر یا دستخط (Handwriting/ Signature) شرعی طور پر قطعی حجت نہیں ہیں، کیونکہ "ایک کاغذ دوسرے کے مشابہ ہو سکتا ہے" اور اس میں جعل سازی (Forgery) کا احتمال ہوتا ہے۔

عدالتی اطلاق : اعلیٰ حضرت کے نزدیک جب تک گواہ تحریر کی تصدیق نہ کریں یا صاحبِ تحریر خود اقرار نہ کرے، محض کاغذ کی بنیاد پر کسی کا حق ثابت نہیں کیا جا سکتا، ڈیجیٹل دور میں سکرین شاٹس اور جعلی دستاویزات کے فتنے سے بچنے کے لیے یہ اصول انتہائی کارآمد ہے۔[38]

ب۔ بارِ ثبوت اور حلف کا اصول (Burden of Proof and Oath)

بنیادی قاعدہ : عدالتی کارروائی کا اصل ستون یہ حدیثِ مبارکہ ہے:" البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر "(دلیل مدعی کے ذمہ ہے اور قسم اس پر جو انکار کرے)۔

اطلاق : اگر مدعی (Claimant) کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعیٰ علیہ (Defendant) سے قرآن کریم پر حلف لیا جائے گا، فتاویٰ رضویہ کے مطابق قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانا ایک "منعقدہ یمین" ہے، جس کی خلاف ورزی پر کفارہ لازم ہے۔[39]

ج۔ قاضی (جج) کی اہلیت اور دیانتداری

رشوت اور باطل فیصلے : اعلیٰ حضرت نے صراحت فرمائی ہے کہ اگر جج کا فیصلہ رشوت یا جانبداری پر مبنی ہو، تو وہ شرعاً باطل ہے اور نافذ نہیں ہو گا۔

فسق قاضی کے باوجود فیصلے کا نفاذ : موجودہ دور میں جہاں مثالی قاضی ملنا مشکل ہو، وہاں "نفاذِ احکام" کے لیے متاخرین کے اس قول پر عمل کیا جا سکتا ہے کہ فتنے سے بچنے کے لیے قاضی کے فیصلے نافذ مانے جائیں گے، بشرطیکہ وہ حق کے خلاف نہ ہوں۔[40]

38:۔ فتاویٰ رضویہ :جلد18، صفحہ485۔

39:۔ فتاویٰ رضویہ :جلد13، صفحہ498۔

40:۔ فتاویٰ رضویہ :جلد18، صفحہ547۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

د۔عائلی قوانین اور فسخِ نکاح(Family Laws)

مفقود الخبر(لاپتہ افراد) : موجودہ عدالتی نظام میں مفقود الخبر کی بیوی کے لیے جو چار سالہ انتظار کی مدت مقرر ہے، وہ درحقیقت اسی فقہی اصول (مالکی مسلک سے استفادہ) پر مبنی ہے جسے فتاویٰ رضویہ اور خیر الفتاویٰ دونوں نے ضرورت وحاجت کے تحت جائز قرار دیا ہے۔[41]

عدالتی تنفیذ : خیر الفتاویٰ کے مطابق نکاح جیسے معاملات میں عورت خود فیصلہ نہیں کر سکتی بلکہ اسے "حاکمِ شرع" (عدالت) سے رجوع کرنا لازم ہے۔[42]

ھ۔شہادتوں کا نصاب اور تضاد(Witness Testimony)

گواہی میں تضاد : اگر گواہوں کے بیانات میں بنیادی نوعیت کا تضاد ہو (مثلاً ایک کہے کہ گھر نصف ہے اور دوسرا کہے پورا)، تو ایسی شہادتیں ناقابلِ قبول ہوں گی۔

مشترکہ نکات : عدالتی کارروائی میں گواہوں کی عقل وہوش اور ان کے عادل ہونے کی جانچ پڑتال (تزکیہ الشہود) انصاف کے لیے ضروری ہے۔

خلاصہ کلام ونتیجہ: موجودہ عدالتی نظام میں تحریر کے مشابہ ہونے، حلف قرآنی کی تغلیظ اور مدعی پر بینہ کے اصولوں کو اپنا کر انصاف کے معیار کو بلند کیا جا سکتا ہے، ان فقہی اصولوں کا جدید قانونی ڈھانچے میں اطلاق "سدِ ذریعہ" (فتنہ روکنے) اور "تحفظِ حقوق" کے لیے ناگزیر ہے۔

اس آرٹیکل میں برصغیر پاک وہند کے دو معروف فتاویٰ جات کی روشنی میں موجودہ دور کے مسائل کا اطلاقی طور پر حل پیش کرنے کی سعی کی گئی اس ضمن میں سوشل میڈیائی مسائل، جدید تجارتی معاہدے، مفقود الخبر افراد کے مسائل اور جدید بینکنگ وڈیجیٹل کرنسی کے مسائل زیر بحث لائے گئے اور ان کتبِ فتاویٰ کی روشنی میں ان کا حل پیش کیا گیا۔

41:۔ فتاویٰ رضویہ :جلد12، صفحہ 510 وجلد 13 صفحہ 335۔

42:۔ خیر الفتاویٰ :جلد5، صفحہ 197 ۔